مسجدِ اقصیٰ کی تولیت اور عمار خان ناصر صاحب کی تحریرات

(تفصیلی وتنقیدی جائزہ) (چوتھی اور آخری قسط)

مولانا سمیع اللہ سعدی

فتح بیت المقدس کے موقع پر حضرت عمرؓ کا طرزِ عمل

حضرت عمرؓ نے جب بیت المقدس کو فتح کیا، تو مسجدِ اقصیٰ میں حاضر ہوئے، عیسائیوں نے صخرہ کو یہود کی نفرت میں کوڑا دان بنایا تھا، حضرت عمرؓ نے خود اُسے صاف کیا اور اذان کا حکم دیا، چنانچہ وہاں اذان دی گئی اور حضرت عمرؓ نے اسی احاطے میں ایک خاص جگہ پر نماز ادا کی۔ حضرت عمرؓ کے اس طرزِ عمل میں یہ پس منظر بھی پیش نظر ہونا چاہیے کہ آپؓ نے بیت المقدس میں اہلِ کتاب کی عبادت گاہوں میں ان کی درخواست کے باوجود نماز ادا نہیں کی کہ کل کہیں مسلمان میرے اس فعل کی آڑ میں ان عبادت گاہوں پر مستقل قبضہ نہ کر لیں، لیکن آپ نے نہ صرف مسجدِ اقصیٰ میں نماز ادا کی، بلکہ وہاں پر مسجد کی تعمیر کا حکم بھی دے دیا۔ اب اس طرزِ عمل کی اس کے سوا کیا توجیہ ہو سکتی ہے کہ یہ مقدس مقام اب یہود کی بجائے مسلمانوں کی عبادت گاہ بن چکا ہے۔ آنجناب نے اس عمل کی توجیہ تین نکات کی شکل میں کی ہے۔ قارئین بھی یہ ''نکات'' ملاحظہ کریں:

نکتہ: ۱..... حضرت عمرؓ نے مسجدِ اقصیٰ کی اصل بنیادوں کو تلاش نہیں کیا۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

> ''اب اگر یہود کے حق تولیت کے امتِ مسلمہ کو منتقل ہونے کے تصور کو درست مان لیا جائے، تو سیدنا عمرؓ کو اس عبادت گاہ پر تصرف حاصل کرنے کے بعد اس بات کا اہتمام کرنا چاہیے تھا کہ جس طرح انہوں نے کعب احبارؒ کی رہنمائی میں صخرۂ بیت المقدس کو کوڑا کرکٹ اور ملبے کے نیچے سے دریافت کیا۔ اسی طرح مسجد کی اصل بنیادوں کو تلاش کر کے ان کو محفوظ کرنے کا اہتمام فرماتے، لیکن اس طرح کی کوئی کوشش انہوں نے نہیں کی، چنانچہ اصل مسجد کا رقبہ اور بنیادیں متعین طور پر آج بھی معلوم نہیں ہیں۔''

آنجناب کی اس ''توجیہ'' اور یہود کے حقِ تولیت میں کیا ''تعلق'' اور کونسی ''نسبت'' ہے؟ مسجدِ اقصیٰ کی اصل بنیادوں کو تلاش نہ کرنے سے یہ کیسے ثابت ہوا کہ حضرت عمرؓ اس پر یہود کا حق تسلیم کرتے ہیں؟ آنجناب حضرت عمرؓ کے اس فعل سے دلالت کی کونسی قسم کے تحت یہ ثابت کر رہے ہیں کہ آپؓ اس پر

امتِ مسلمہ کا حق نہیں مانتے؟ نیز جب آنجناب نے خود لکھا ہے کہ بار بار انہدام اور تعمیر کی بنا پر مسجدِ اقصیٰ کی اصل بنیادوں کو گہری کھدائی اور اثریاتی تحقیق کے بغیر معلوم کرنا ممکن نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آنجناب کے بقول اس کی اصل بنیادیں آج تک معلوم نہیں ہوسکیں، تو حضرت عمرؓ اُسے ایک مجلس میں کیسے معلوم کرتے؟ قبۃ الصخرہ کو حضرت عمرؓ نے باقاعدہ معلوم کیا، اس پر آنجناب اپنے ''اصول'' کے مطابق امتِ مسلمہ کی تولیت کا حق تو تسلیم کریں۔ یہ بات سمجھ سے بالاتر ہے کہ اتنا اہم معاملہ اور مسئلہ ہے، لیکن حضرت عمرؓ جیسے مدبر اور صاحبِ فراست آدمی ''زبان'' سے کچھ فرمانے کی بجائے اپنے ''مبہم افعال'' سے اس کا ''فیصلہ'' کررہے ہیں کہ اس مقدس مقام پر امتِ مسلمہ اور یہود میں سے کس کا حق ہے؟۔

نکتہ:۲.....حضرت عمرؓ کے فعل کی توجیہ میں دوسرا نکتہ یہ لکھا ہے کہ آپؓ نے مسجد اقصیٰ کے اس پورے احاطے میں ایک جگہ کو عبادت کے لیے مخصوص کیا؟ اس سے معلوم ہوا کہ وہ اس پر یہود کا حق بھی مانتے تھے۔

نکتہ:۳.....آنجناب نے مزید لکھا ہے کہ قبۃ الصخرہ جب حضرت عمرؓ نے دریافت کیا تو اس سے اصل مسجد کے محل وقوع کا علم بھی تقریباً ہوگیا، تو حضرت عمرؓ نے پھر اس صخرہ سے ہٹ کر کسی اور جگہ کو کیوں عبادت کے لیے مخصوص کیا؟ معلوم ہوا وہ اس پر یہود کا حق بھی تسلیم کرتے تھے۔ (اگرچہ اس کی اصل وجہ تمام تواریخ میں منقول ہے)۔ (۱)

آنجناب نے حضرت عمرؓ کے فعل کی جو ''توجیہات'' کی ہیں اور اس سے جو ''نتیجہ'' نکالا ہے، وہ قارئین نے ملاحظہ کرلیا کہ آنجناب اس پر یہود کا مذہبی و تاریخی حق ثابت کرنے کے لیے کتنی ''تگ و دو'' کررہے ہیں۔ ''استدلال'' کی دنیا میں قارئین نے کبھی اس طرح کے ''عجوبے'' ملاحظہ نہیں کیے ہوں گے۔

اس موقع پر آنجناب کو ہم صرف یہ زحمت دیں گے کہ جب آپ کے بقول امتِ مسلمہ کا مسجدِ اقصیٰ پر کوئی حق نہیں ہے اور از روئے شریعت اس پر یہود کا حق ہے، تو حضرت عمرؓ سے اس بارے میں کوئی ایک ایسا قول نقل کردیں، جس سے صراحۃً، دلالۃً یا اشارۃً یہ ثابت ہوتا ہو کہ اس جگہ پر یہود کا حق باقی ہے۔

قانونی اور اخلاقی حق میں فرق

آنجناب نے یہ بھی لکھا ہے کہ ''اخلاقیات کا تقاضا ہے کہ مسجدِ اقصیٰ یہودیوں کے حوالے کی جائے، کیونکہ دوسرے فریق کے احساسات اور جذبات کی رعایت رکھنا اخلاقیات کا اعلیٰ اور بلند مقام ہے''۔

آنجناب کے اس ''شگوفے'' کی زد میں حضرت عمرؓ سے لے کر عصرِ حاضر تک پوری امتِ مسلمہ آتی ہے کہ چودہ صدیوں میں حضرت عمرؓ سمیت اس ''خیر امت'' میں کوئی ایک ایسا شخص پیدا نہیں ہوا، جو اعلیٰ اخلاقیات کا مظاہرہ کرتے ہوئے مسجدِ اقصیٰ یہود کے حوالے کرتا۔ البتہ اس موقع پر آنجناب ''یہود کی خیر خواہی'' کے جذبے سے کچھ اتنا مغلوب ہوگئے کہ ''جوش'' میں آنجناب کے قلم سے یہ عبارت نکلی، چنانچہ لکھتے ہیں:

> ''اس لیے کسی گروہ کو ان کی عبادت گاہ میں جو اس کے روحانی اور قلبی جذبات کا مرکز ہے، عبادت کرنے سے نہ روکا جائے، بالخصوص جبکہ وہاں سے اس کی بے دخلی ''ظلماً و قهراً'' اور ''مذہبی و اخلاقی اصولوں کی پامالی'' کے نتیجے میں عمل میں آئی ہو''۔

آنجناب بتائیں کہ یہود کو اپنی عبادت گاہ سے بے دخل کس نے کیا؟ کیا اللہ تعالیٰ جس قوم کو کسی عبادت گاہ سے بے دخل کردے اُسے ''ظلم'' اور ''مذہبی و اخلاقی اصولوں کی پامالی'' کہنا درست ہے؟ آنجناب ''توجیہ'' کریں گے کہ میں نے بخت نصر اور دوسرے فاتحین کے افعال کو ظلم کہا، لیکن یہاں تو آنجناب نے ان فاتحین کے افعال اور مظالم کو ظلم کہنے کی بجائے یہود کی بے دخلی کو ظلم کہا، حالانکہ وہ عین انصاف کا تقاضا تھا، کیونکہ اس بے دخلی کو اللہ تعالیٰ نے سورۂ بنی اسرائیل میں اپنا فیصلہ قرار دیا ہے۔ آنجناب سے گزارش ہے کہ وہ یا تو اس عبارت پر نظر ثانی فرمائیں یا اس کی مناسب توجیہ سے قارئین کو آگاہ فرمائیں۔

مذکورہ تحریرات پر ایک اجمالی نظر

جناب عمار صاحب کے لکھے گئے ہر دو مضامین کا تفصیلی جائزہ قارئین کے سامنے آچکا ہے۔ اب قارئین فیصلہ کریں کہ آنجناب کے اس ''موقف'' میں استدلال کی کتنی ''مضبوطی'' ہے؟ ان تحریرات میں آنجناب نے تاویل اور توجیہ کی کیسی ''عمدہ'' مثالیں قائم کی ہیں اور اس ''غیر جانبدارانہ تحقیق'' میں آنجناب نے کتنی ''غیر جانبداری'' کا مظاہرہ کیا ہے۔ یہ تفصیلی جائزہ سردست ہم نے صرف آنجناب کے اہم ''مزعومہ شرعی دلائل'' پر ''نقد'' تک محدود رکھا اور اس حوالے سے آنجناب نے جو مزید ابحاث کی ہیں، ان کو چھوڑ دیا۔ اب ان مضامین کے بارے میں چند متفرق باتیں اجمالی جائزے کے عنوان سے پیش خدمت ہیں:

۱:..... آنجناب نے مسجدِ اقصیٰ کی تاریخ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جو عبادت گاہ تعمیر کی، وہ ''تاریخ'' میں ہیکل سلیمانی کے نام سے معروف ہے۔ آنجناب سے گزارش ہے کہ تاریخ سے کونسی تاریخ مراد ہے؟ اسلامی تاریخ میں تو اُسے مسجدِ اقصیٰ اور بیت المقدس کہا جاتا ہے، جبکہ بنی اسرائیل کی تاریخ میں اسے ''بیت یہوہ'' اور ''بیت المقدس'' کہتے ہیں (۲)۔ نیز آنجناب سے عرض ہے کہ ایک تو ''ہیکل'' کی لغوی و تاریخی تحقیق سے ہمیں آگاہ کریں۔ دوسرا ''ہیکل'' کے ساتھ ''سلیمانی'' کا لفظ کیوں اور کیسے لگا اور کن قدیم مصادر میں یہ لفظ آیا ہے؟

۲:..... آنجناب نے لکھا ہے کہ مسجدِ اقصیٰ سے یہود کے حق تولیت کی منسوخی کا نظریہ مولانا امین احسن اصلاحی، مولانا سید سلیمان ندویؒ اور قاری طیب صاحبؒ نے اختیار کیا ہے اور یہ نظریہ ہماری تاریخ میں پہلے کسی نے ظاہر نہیں کیا۔ گزارش ہے کہ کوئی ایک حوالہ پیش فرمادیں، جس میں تصریح ہو کہ یہود کا حق منسوخ نہیں ہوا۔ تعجب ہے کہ جس نظریے پر امت چودہ سو سال سے متفق ہے، آنجناب اس کو صرف تین علماء کی رائے کہہ رہے ہیں۔ نیز خود آنجناب نے اپنے موقف کو عام موقف سے بالکل مختلف موقف کہا ہے (۳) کیا صرف تین علماء کی رائے کو ''عام موقف'' کہنا درست ہے؟ اس کے علاوہ آنجناب نے یہود کے حق کی نفی والے موقف کو ''امتِ مسلمہ کی نمائندگی کرنے والے کم وبیش تمام مقتدر اہل علم اور علمی سیاسی اداروں'' کا موقف کہا ہے (۴)۔ تعجب ہے کہ ایک طرف اُسے صرف تین علماء کا موقف کہہ رہے ہیں اور دوسری طرف اُسے ''تمام مقتدر علماء'' اور ''عمومی نظریہ'' بھی کہتے ہیں!۔

۳:.....آنجناب نے اس مضمون میں بھرپور کوشش کی ہے کہ مسجدِ اقصیٰ کو صرف یہود کی ایک عبادت گاہ، مرکزِ عبادت اور قبلہ کے طور پر متعارف کروائیں، چنانچہ لکھتے ہیں:

''اس کے برعکس مسجدِ اقصیٰ کی حیثیت محض بنی اسرائیل کے قومی قبلہ اور مرکزِ عبادت کی تھی''۔

حالانکہ قرآن وحدیث کے مطابق اس کی ''محض'' یہ حیثیت بالکل نہیں ہے۔ بخاری کی حدیث کے مطابق دنیا میں بیت اللہ کے چالیس سال بعد اس کی بنیاد رکھی گئی، اس طرح سے اس کے بانی حضرت آدم علیہ السلام یا حضرت ابراہیم علیہ السلام قرار پاتے ہیں، نیز ایک قول کے مطابق حضرت یعقوب علیہ السلام اس کے مؤسس ہیں۔ جو بھی قول مان لیں (اگرچہ دلائل کے اعتبار سے پہلے دونوں قول اصح ترین ہیں) اتنی بات تو ثابت ہوتی ہے کہ اس عبادت گاہ کے ساتھ صرف یہود کا تعلق نہیں ہے، کیونکہ یہود حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اتباع کا دعویٰ کرنے والوں کو کہتے ہیں اور یہ تینوں حضرات انبیاء حضرت موسیٰ علیہ السلام سے قطعی طور پر پہلے مبعوث ہوئے تھے۔ یہود کو بھی یہ عبادت گاہ اس لیے ملی تھی کہ وہ زمانے کے اہل حق تھے اور مقدس مقامات کے بارے میں خداوندی اصول یہی ہے کہ وہ زمانے کے اہل حق کو ملتے ہیں۔

اب ظاہر ہے کہ اسے ایک مقدس مقام ماننے کی صورت میں بحث کا انداز اور ہوگا، جبکہ اسے صرف اہل کتاب کی عبادت گاہ ماننے کی صورت میں بحث کا طرز مختلف ہوگا۔ چونکہ دوسرا طرز (جو اصل میں یہودی مراجع کا طرز ہے) آنجناب کے ''موقف'' کے لیے مفید تھا، اس لیے آنجناب نے صرف اسی پر بہت زیادہ زور لگایا۔ یہی وجہ ہے کہ آنجناب بار بار اہل کتاب کی عبادت گاہوں سے متعلقہ نصوص ذکر کرتے ہیں اور ان کے ''عموم'' میں مسجدِ اقصیٰ کو شامل کرکے بحث کی پوری عمارت کھڑی کردیتے ہیں۔

۴:.....آنجناب نے یہ بھی لکھا ہے کہ مسلمانوں نے اس کی تولیت امانتاً اٹھائی تھی۔ اتنے ''بڑے دعوے'' پر آنجناب نے کوئی ایک دلیل بھی نہیں دی۔ کیا کسی اور مذہب کی ''عبادت گاہ'' کو امانتاً لینے کا تصور اور اس کے احکامات فقہ اسلامی میں ملتے ہیں؟ نیز ہماری تاریخ میں کیا مسجدِ اقصیٰ کے علاوہ اور بھی کسی عبادت گاہ کو امانتاً تولیت میں لیا گیا؟ یہود جب خود روئے زمین پر موجود تھے، تو ان کی سب سے بڑی ''مرکزی عبادت گاہ'' کو کیوں امانتاً لیا گیا، جبکہ ان کی باقی عام عبادت گاہوں سے کسی حوالے سے کوئی تعرض نہیں کیا گیا؟

۵:.....آنجناب نے اس پوری بحث میں امتِ مسلمہ کے حقِ تولیت کے ''دلائل'' پر تو بے شمار ''اعتراضات'' کیے، لیکن خود اپنے ''مدعا'' کہ اس پر یہود کا مذہبی وتاریخی حق ہے اور ان کی تولیت بالکل منسوخ نہیں ہوئی، اس پر کوئی ایک دلیل بھی نہیں دی۔ اپنے موقف پر قرآن پاک کی کوئی آیت، کسی حدیث کا حوالہ، کسی فقہی کتاب سے اقتباس یا کسی ایک عالم کا کوئی قول ہی پیش فرما دیا ہوتا۔ اپنے دلائل پیش کیے بغیر فریق مخالف کے استدلالات پر نقد سے تو مسئلے کا اثبات نہیں ہوتا۔

۶:.....آنجناب نے اس مضمون کے آخر میں اس موضوع پر غیر جانبدارانہ تحقیقات کے فقدان کا بھی شکوہ کیا ہے، لیکن کیا آنجناب کی تحقیق غیر جانبدارانہ ہے؟ کیا یہ انصاف ہے کہ اگر کوئی محقق اس پر امتِ مسلمہ کا حق تولیت ثابت کرے، تو آنجناب کی نظر میں وہ ''جانبدارانہ تحقیق'' ہے اور

اگر خود یہود کو اس کا حق دار ٹھہرائے، تو وہ ایک ''غیر جانبدارانہ تحقیق'' ہے؟ کیا صرف ایک فریق کے مآخذ سے تعارف، تاریخ وغیرہ نقل کر کے دوسرے فریق کے دلائل پر ''محض نقد کرنا'' غیر جانبدارانہ رویہ ہے؟؟؟ آنجناب کا فرض بنتا تھا کہ امت مسلمہ کے بالغ نظر محققین نے یہود کے مذکورہ دعاوی پر جو تعقُّبات کیے ہیں، ان کو بھی ذکر کرتے، پھر موازنہ کر کے کوئی فیصلہ کرتے۔ پوری امت کو ''انصاف واخلاق کی تاکید کرنے والا'' خود اتنی بڑی ناانصافی کرے گا، اس کی توقع نہیں تھی۔

۷:.....آنجناب نے اس پورے مضمون میں اس بات پر تو خوب زور لگایا کہ امتِ مسلمہ استحقاق کی نفسیات سے مغلوب ہوگئی ہے، تاریخی حوادث کے نتیجے میں مسجدِ اقصیٰ کو سنبھالنے کے نتیجے میں اب انہوں نے مستقل طور پر یہودیوں کے اس حق کو غصب کیا، فریق مخالف کی مرکزی عبادت گاہ پر یوں قبضہ کر لینا اعلیٰ اخلاق کے منافی ہے۔ لیکن اس پورے مضمون میں کسی جگہ اشارۃً بھی اس کا ذکر نہیں کیا کہ یہود نے اپنا ''مزعومہ حق'' لینے کے لیے فلسطین کے مسلمانوں پر کیا دردناک مظالم ڈھائے؟ ہزاروں فلسطینیوں کو بلا کسی جرم کے کس طرح بے دردی سے شہید کیا؟ اپنے مزعومہ حق کو لینے کے لیے کونسے غیر اخلاقی اور غیر انسانی کام کیے؟ بین الاقوامی قوانین کی کھلم کھلا مخالفت کر کے فلسطینیوں کے ساتھ کون سا سلوک روا رکھا؟ آنجناب نے امتِ مسلمہ کی ''بداخلاقی'' کا تو شکوہ کیا، لیکن یہود کے مظالم سے چشم پوشی اختیار کی۔ گزشتہ نصف صدی سے اسرائیل نے تمام بین الاقوامی قوانین اور مسلمہ انسانی واخلاقی اصولوں کو پامال کرتے ہوئے مظلوم ونہتے فلسطینیوں پر جو ظلم کشی روا رکھی ہے، کاش! اس ''غیر جانبدارانہ تحقیق'' میں اس کا بھی کچھ ذکر آجاتا اور آنجناب امتِ مسلمہ کے ساتھ یہود کو بھی کچھ اخلاق کی تلقین فرما دیتے۔ آنجناب نے ''مسجدِ اقصیٰ میں سلسلۂ عبادات کے احیاء کے حوالے سے یہود کے سینوں میں صدیوں کی تڑپ'' تو محسوس کر لی، لیکن مظلوم فلسطینیوں کی دلدوز چیخیں آنجناب کے کانوں تک نہیں پہنچ سکیں (واوین کے الفاظ مذکورہ مضمون سے لیے گئے ہیں)۔

۸:.....آنجناب نے اس مضمون میں عرب علماء کے اس موقف پر بھی کڑی تنقید کی ہے، جو ہیکل سلیمانی کے وجود سے انکار کرتے ہیں۔ آنجناب نے اس موقف کو ''کتمانِ حق'' اور ''تکذیبِ آیات اللہ'' سے تعبیر کیا۔ ہم آنجناب سے پوچھتے ہیں کہ یہاں پر ''حق'' اور ''آیات اللہ'' سے آنجناب کیا مراد لیتے ہیں؟ اگر اس سے قرآن وحدیث کی نصوص مراد ہیں، اور ایک مسلمان کے شایانِ شان بھی یہی ہے کہ اس کے نزدیک ''حق'' اور ''آیات اللہ'' سے قرآن وحدیث مراد ہوں، تو کس نص میں یہ بات آئی ہے کہ یہودی جس ہیکل کا دعویٰ کرتے ہیں، اس سے مراد مسجدِ اقصیٰ ہے؟ مسجدِ اقصیٰ کے بارے میں جو تفصیلات نصوص میں آئی ہیں، ان کے مطابق یہ مسجد' بیت اللہ کے بعد دنیا کا دوسرا مقدس ترین مقام ہے، بیت اللہ کے چالیس سال بعد اس کی تعمیر ہوئی، اس طرح سے اس کے مؤسس اول حضرت آدم علیہ السلام یا حضرت ابراہیم علیہ السلام یا حضرت یعقوب علیہ السلام قرار پاتے ہیں، اور پھر سلیمان علیہ السلام نے اس کی تجدید کی اور اُسے دوبارہ تعمیر کیا۔ حضرت زکریا علیہ السلام، حضرت یحییٰ علیہ السلام، حضرت مریم

اور حضرت عیسی علیہما السلام و دیگر انبیائے کرام علیہم السلام نے اسی کو اپنی عبادت کا مرکز بنایا (یاد رہے یہ سارے پیغمبر وہ ہیں جنہوں نے یہود کے ہاتھوں سخت تکالیف اٹھائیں اور بعض کو یہود نے بے دردی سے شہید کیا) اور آخر میں آپ ﷺ نے اسراء کے موقع پر اس میں تمام انبیاء علیہم السلام کی امامت فرمائی۔

جبکہ ہیکل سلیمانی اور اس کے بانی حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں اسفارِ یہود اور ان کی دیگر کتب میں یہ تفصیلات ہیں:

۱:- سلیمان علیہ السلام کے بارے میں صحفِ یہود میں متعارض روایتیں ہیں، اکثر کے ہاں آپؑ پیغمبر کی بجائے ایک بادشاہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

۲:- آپؑ نے اس وقت کے فرعون کی بیٹی سے نکاح کیا اور آپ کی بہت ساری بیبیاں تھیں، ان میں سے کچھ مشرک تھیں اور ان کی وجہ سے آپ بھی نعوذ باللہ شرک کی طرف مائل تھے۔

۳:- آپؑ نے سات سال کے عرصے میں ایک عظیم الشان عبادت گاہ تعمیر کی اور آپ ہی اس کے بانی و مؤسس ہیں، آپ سے پہلے اس کا نام و نشان تک نہیں تھا۔ اس عبادت گاہ کے رقبے، حجم، اس میں استعمال ہونے والے سامان اور اس کی دیگر تفصیلات کے بارے میں بے شمار متعارض روایتیں ان کے صحف میں بکھری ہوئی ہیں، جن میں تطبیق کسی طرح ممکن نہیں ہے۔

۴:- یہ ہیکل کس جگہ پر بنایا گیا، اس بارے میں ان کے صحف میں چھ روایتیں ہیں۔

۵:- فلسطین میں کس جگہ پر اس کی تعمیر ہوئی؟ اس بارے میں پانچ روایتیں ہیں، جن میں سے ایک روایت موجودہ مسجدِ اقصیٰ کے عین نیچے کی ہے۔

۶:- یہ عبادت گاہ ہمیشہ سے یہود کا مرکز رہی ہے۔ (یاد رہے اگر دونوں کو ایک مان لیں تو لازم آئے گا کہ اس مرکز کو ان کے دشمن انبیاء یعنی حضرت زکریا، حضرت یحییٰ، اور حضرت عیسیٰ و ان کی والدہ علیہم السلام نے بھی ''مرکزِ عبادت'' بنایا تھا، آنجناب ان دونوں باتوں کی تطبیق فرمائیں)۔

۷:- اس عبادت گاہ کی تیسری مرتبہ تعمیر ہوگی اور اس کی تعمیر ہوتے ہی یہود کی نشأۃِ ثانیہ کا آغاز ہو جائے گا۔ (اور مسجدِ اقصیٰ تو کب سے تعمیر ہے، تو ان کی نشاۃ ثانیہ کیوں نہیں ہو رہی ہے؟ نیز جب وہ پہلے سے تعمیر ہے تو دوبارہ تعمیر کا کیا مطلب؟ آنجناب سے ان کے جوابات مطلوب ہیں، کیونکہ آنجناب مسجدِ اقصیٰ اور مزعومہ ہیکل کو ایک قرار دیتے ہیں)۔

۸:- اس کے مقام کے بارے میں چونکہ متعارض روایتیں ہیں، اس لیے یہود اپنے تمام وسائل کے ساتھ جدید ترین مشنریوں اور ماہرین کے ساتھ اس کے آثار ڈھونڈ رہے ہیں (اگر جگہ متعین ہوتی تو آثار ڈھونڈنے کا کیا مطلب؟ آنجناب سے سوال ہے)۔

۹:- اس تلاش میں انہوں نے مختلف طریقوں سے مسجدِ اقصیٰ کے نیچے بھی مختلف تحقیقات کی ہیں۔

۱۰:- ان تمام تحقیقات میں اب تک مسجدِ اقصیٰ اور اس کے گرد اب تک ایک نشان اور کسی قسم کی کوئی تائید نہیں مل سکی اور اس کا اقرار متعدد یہودی اور امریکی ماہرین کر چکے ہیں، یہاں تک

کہ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے۔

ہیکل سلیمانی کے بارے میں ان تفصیلات کو دیکھتے ہوئے کیا یہ موقف زیادہ درست ہے کہ ہیکل اور مسجدِ اقصیٰ دونوں ایک عبادت گاہ کے نام ہیں؟ یا یہ موقف زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتا ہے کہ دونوں مختلف عمارتوں کے نام ہیں؟ فیصلہ آنجناب فرمائیں۔

اب جن عرب علماء نے مذکورہ بالا حقائق کے نتیجے میں یہ بات کہی ہے کہ ہیکل کا وجود محض ان کا مفروضہ ہے، خصوصاً مسجدِ اقصیٰ کے نیچے تو اس کا وجود کافی محل نظر ہے، تو اس میں کونسے حق کا کتمان اور کونسی آیتوں کی تکذیب لازم آتی ہے؟ مذکورہ تفاصیل کی بنا پر تو دونوں کے ایک ہونے کا نظریہ کتمانِ حق اور تکذیب آیات اللہ کے زیادہ قریب نظر آتا ہے، کیونکہ ہیکل کے بارے میں یہود کے محرف صحف میں منقول تفصیلات اور مسجدِ اقصیٰ کے بارے میں نصوص میں واضح تباین ہے اور دونوں کو ایک ماننے سے متعدد اشکالات اور تضادات کا لزوم ہوتا ہے، جبکہ الگ الگ ماننے سے کوئی ایک اشکال لازم نہیں آتا۔ سمجھ نہیں آتا کہ آنجناب نے ہیکل کے بارے میں مکمل تفصیلات کا مطالعہ کیے بغیر عالم اسلام کے چوٹی کے محققین پر ''آیات اللہ کی تکذیب'' جیسا سخت ''فتویٰ'' کیونکر لگایا؟ جس کو دوسرے لفظوں میں 'کفر کا فتویٰ'' کہہ سکتے ہیں، کیونکہ ''آیات اللہ کی تکذیب'' کا دوسرا نام کفر ہے۔ علمی و تاریخی بحث پر ''کفر کا فتویٰ'' لگانا کیا ''متوازن و معتدل رویہ'' ہے؟(۵)

۹:..... آنجناب کے اس مضمون میں ایک ''المیہ'' یہ بھی ہے کہ آنجناب یہود کے ''دعاوی'' اور ''مطالبات'' کو ''تاریخی حقیقت'' اور ''مسلمہ تحقیق'' تسلیم کر کے امتِ مسلمہ کی اخلاقی و علمی حیثیت پر ماتم شروع کر دیتے ہیں۔ چنانچہ مسجدِ اقصیٰ کے بارے میں تھوڑی سی معلومات رکھنے والے کے علم میں بھی یہ بات ہے کہ دیوارِ براق، جسے یہود دیوارِ گریہ کہتے ہیں، کا پس منظر کیا ہے؟ ہم پہلے اس دیوار اور اس کے بارے میں پیدا شدہ تنازع کے حوالے سے کچھ مختصراً عرض کرتے ہیں، پھر اس بارے میں آنجناب کی ''تحقیق'' پر ایک نظر ڈالتے ہیں:

آپ ﷺ نے معراج کے موقع پر بیت المقدس تک سفر براق پر کیا اور جب مسجدِ اقصیٰ میں آپ ﷺ نے اللہ کے حکم سے انبیاء کرامؑ کو نماز پڑھائی، تو صحیح مسلم کی روایت(۶) کے مطابق آپ ﷺ نے براق ایک حلقے کے ساتھ باندھا۔ امام نوویؒ نے حلقے کی تشریح دروازے کے حلقے سے کی ہے کہ مسجدِ اقصیٰ کے کسی دروازے کے حلقے سے براق آپ ﷺ نے باندھا۔ علامہ مجیریؒ نے ''الأنس الجلیل'' میں مسجدِ اقصیٰ کے مختلف دروازوں کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جس دروازے کے حلقے سے براق باندھا گیا، اس کا نام باب الجنائز اور باب الاسباط ہے(۷) اور مزید یہ لکھا ہے کہ یہ دروازہ مسجدِ اقصیٰ کی مغربی جانب میں ہے اور اسی مناسبت سے اسے ''باب المغاربہ'' بھی کہتے ہیں۔(۸)

اس طرح سے مسجدِ اقصیٰ کی مغربی جانب کے بارے میں یہ بات اسلامی تاریخ میں طے تھی کہ اس میں وہ حلقہ بھی تھا جس سے براق باندھا گیا، اور اسی کی یاد میں مسجدِ اقصیٰ کی مغربی جانب میں ایک

مسجد ''مسجدِ براق'' کے نام سے امویوں کے دور میں تعمیر کی گئی، اور بعد میں مختلف ادوار میں اس مسجد کی تجدید بھی ہوتی گئی (۹) پھر سقوطِ ہسپانیہ کے بعد جب اسپین میں عیسائیوں کی حکومت آئی تو انہوں نے سارے یہودیوں کو اسپین سے جلاوطن کر دیا۔ اس وقت کے مشہور عثمانی خلیفہ سلیمان قانونی نے یہود کو پناہ دی اور اُنہیں مسجدِ اقصیٰ کی مغربی دیوار کے ساتھ ایک جگہ دی اور انہیں یہاں اپنی عبادات اور دینی مشاغل کی اجازت دی، لیکن چونکہ دھوکہ وفراڈ اس قوم کی سرشت میں داخل ہے، اس لیے انہوں نے آہستہ آہستہ یہ بات مشہور کر دی کہ جس دیوار کے ساتھ ہم عبادت کر رہے ہیں، یہ اصل میں مفروضہ ہیکل کی وہ دیوار ہے جو محفوظ رہ گئی ہے۔ ابتدا میں تو مسلمانوں نے اپنے روایتی تسامح کی بنا پر اس بات کو زیادہ سنجیدگی سے نہیں لیا، لیکن جب یہود کی چیرہ دستیاں حد سے بڑھ گئیں تو مسلمانوں کا اشتعال میں آنا ایک لازمی بات تھی۔ اس طرح سے اس بات نے ایک سنگین تنازع کی حیثیت اختیار کر لی، آخر کار ۱۹۳۰ء میں اس تنازع کو حل کرنے کے لیے برطانوی حکومت نے ایک کمیشن تشکیل دیا، جس میں دونوں فریقوں کے منتخب نمائندوں کے علاوہ آثارِ قدیمہ کے ماہرین شامل تھے۔ اس کمیشن نے کئی دن فریقین کا موقف سنا اور اپنے ذرائع سے تحقیقات کیں اور آخر میں اس نے دیوار سے متعلق ان الفاظ میں فیصلہ سنایا:

> ''مغربی دیوار کی ملکیت صرف مسلمانوں کی ہے، کیونکہ یہ بھی بقیہ دیواروں کی طرح مسجدِ اقصیٰ کی ایک دیوار ہے اور مسجد کے باقی حصوں کی طرح وقف مال ہے، نیز اس دیوار کے سامنے کا پورا حصہ بھی مسلم وقف میں شامل ہے''۔ (۱۰)

لیکن یہود نے متفقہ کمیشن کا یہ فیصلہ بھی نہیں مانا اور آج تک اپنے اس ''باطل موقف'' پر قائم ہیں۔ اس کے علاوہ اس موقف کے بطلان پر مزید شواہد بھی ہیں:

۱:- پورے اسلامی ذخیرے میں یہ بات کسی جگہ نہیں ملتی کہ مسجدِ اقصیٰ کی یہ دیوار زمانہ اسلام سے پہلے کی ہے اور اس کی پرانی تعمیرات میں سے ہے۔ حالانکہ اگر واقعی یہ دیوار اسلامی تعمیر سے پہلے بھی قائم تھی تو اس کا ذکر اسلامی مآخذ میں واضح طور پر ہونا چاہیے تھا۔

۲:- سلیمان قانونی کے زمانے سے پہلے تاریخ میں یہ بات ثابت نہیں ہے کہ کبھی یہودیوں نے اس جگہ پر باقاعدہ عبادت کا اہتمام کیا ہو۔

۳:- یہودیوں کے پرانے مآخذ میں دیوارِ گریہ یا حائط المبکی کے نام سے کسی دیوار کا ذکر نہیں، حالانکہ اگر واقعی یہ مفروضہ ہیکل کی باقیات ہوتی، تو ان کے ہیکل کی اہمیت کی بنا پر اس کا ذکر سرفہرست ہونا چاہیے تھا۔

۴:- خود یہود کے انصاف پسند محققین نے اس کا اعتراف کیا ہے کہ جب پرانے اور بنیادی مآخذ میں یہ بات نہیں ملتی، تو یہ دعویٰ محلِ نظر ہے۔

۵:- آج تک آثارِ قدیمہ کی تحقیق میں یہ بات ثابت نہیں ہو سکی کہ یہ دیوار مفروضہ ہیکل کی باقیات میں سے ہے۔ (۱۱)

آنجناب کی رائے

آنجناب نے اپنے مضمون میں اس پر یہ خامہ فرسائی کی ہے:

۱:-آنجناب نے ایک تو تاریخ بیان کرتے ہوئے بلا کسی حوالہ کے یہ بات پورے یقین کے ساتھ کہی کہ اس کی مغربی دیوار بالکل محفوظ رہ گئی اور اس حوالے سے مذکورہ مباحث اور اس کے حوالے سے مشہور تنازع کا اشارۃً بھی ذکر نہیں کیا، یقیناً یہ آنجناب کی ''دیانت'' اور ''غیر جانبداری'' کی ''اعلیٰ مثال'' ہے۔ (براہین، ص:۲۴۲)

۲:-آنجناب نے مزید لکھا ہے کہ عرب علماء کا اس کو دیوارِ براق کہنا اور اس بات کا انکار کرنا کہ یہ ہیکل کی باقیات میں ہے، یہ ایک ایسا موقف اور رویہ ہے کہ اس کی علمی اور اخلاقی حیثیت ناقابلِ فہم ہے اور یہ امتِ مسلمہ کی اخلاقی حیثیت پر بہت بڑا سوال ہے کہ وہ ایک متفقہ بات کا انکار کر رہے ہیں (اب قارئین انصاف کریں کہ اس حوالے سے یہودیوں کا موقف ناقابلِ فہم ہے یا امتِ مسلمہ کا؟ نیز آنجناب کا یہود کے موقف کو متفقہ کہنا، کس قدر حقائق کو چھپانے اور یہود کی بے جا وکالت کرنے کی دلیل ہے۔ آنجناب سے سوال ہے کہ ایک متنازعہ مسئلے کو متفقہ ظاہر کرنے کی اخلاقی وعلمی حیثیت کتنی ناقابل فہم ہے؟)

۳:-آنجناب نے یہ بات بھی لکھی ہے کہ بیسویں صدی سے پہلے اس بنیاد پر اس دیوار کے تقدس کا کوئی تصور مسلمانوں کے ہاں نہیں پایا جاتا تھا کہ یہاں آپ ﷺ نے براق باندھا تھا (اس سے پہلے ''الأنس الجليل'' کے حوالے سے یہ بات گزر چکی ہے کہ انہوں نے مغربی جانب کو براق کے باندھنے کی جگہ قرار دیا ہے۔ اب اسے عمار صاحب کا تجاہلِ عارفانہ کہیں یا اسلامی مآخذ سے بے خبری، نیز اس جانب میں مسجدِ براق تعمیر کرنے کی بات بھی گزر چکی ہے۔ اب قارئین ہی آنجناب کی اس ''عمدہ تحقیق'' پر کوئی تبصرہ کریں)

۴:-آنجناب نے ایک بے بنیاد بات یہ بھی کہی ہے کہ اس دیوار کی دریافت کا سہرا عثمانی خلیفہ سلطان سلیم کے سر ہے کہ انہوں نے سولہویں صدی میں ملبے کے نیچے سے اسے دریافت کیا (اب آنجناب سے کون پوچھے کہ جب آپ کے بقول یہ ہیکل کی باقیات میں سے ہے، تو یہودیوں کو پندرہ صدیوں تک اس کا علم کیوں نہیں ہو سکا؟ نیز کیا یہ صدیوں پرانی دیوار ملبے کے ہٹانے سے ہی برآمد ہوگئی اور اس موقع پر سلطان سلیم نے بھی اس کو ہیکل کی باقیات تسلیم کیا؟ اس کے دریافت والی بات کس معتبر تاریخ میں لکھی ہے؟ آنجناب نے اس کے لیے مودودی صاحب کی ایک تقریر کا حوالہ دیا، کیا اتنی بڑی اور تاریخی تحقیق کے لیے صرف تقریر کا حوالہ کافی ہے؟۔

۱۰:.....آنجناب نے اس مضمون میں مکمل طور پر یہود کے موقف کی وکالت کی ہے۔ لہٰذا اُسے ایک ''غیر جانبدارانہ تحقیق'' کہنا محلِ نظر ہے۔ حالانکہ آنجناب نے اپنے مضمون کو تعصّبات وجذبات سے بالاتر تجزیہ کہا ہے۔ آنجناب کا ''اخلاقی فرض'' بنتا تھا کہ جب آنجناب کے نزدیک یہود کا موقف درست ہے اور آنجناب اُنہیں کے لیے اس مضمون میں مواد اکٹھا کر رہے تھے تو اُسے ''غیر جانبدارانہ تحقیق'' کہنے سے گریز کرتے۔

۱۱:.....آنجناب نے اس مضمون میں بار بار امتِ مسلمہ کی اخلاقی کمزوری کا رونا تو رویا، لیکن اس

پہلو کا ذکر نہیں کیا کہ امتِ مسلمہ نے انبیاءؑ کے اس مقدس مقام کا کس طرح غیر جانبداری سے کما حقہ تحفظ کیا، اس کی حفاظت کے لیے اپنی جانیں دیں اور آج تک دے رہے ہیں اور محض یہود کے بغض میں آ کر اس مقدس مقام کا تقدس پامال نہیں کیا۔ یہ یقیناً اس امت کی وہ اخلاقی فتح ہے جو اس سے پہلے یہود و نصاریٰ کی پوری تاریخ میں معدوم ہے کہ ان دونوں گروہوں نے ایک دوسرے کی عبادت گاہوں کا کیا حشر کیا۔

۱۲:..... آنجناب کے اس پورے مضمون میں یہود کی مظلومیت اور ان کی بے چارگی کا عنصر تو خوب نمایاں ہے، لیکن اس میں ان کے کرتوتوں، انبیاء علیہم السلام کے ساتھ اس قوم کے ناروا سلوک، نبی پاک ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے خلاف ان کی گھناؤنی سازشوں اور اللہ کی نظر میں اس قوم کی حیثیت اور مقام کا بالکل ذکر نہیں کیا۔ آنجناب کا یہ طرز انتہائی قابل افسوس ہے۔

۱۳:..... آنجناب نے اس مضمون میں انصاف کی بہت تلقین کی ہے، لیکن خود نصوص اور تاریخی واقعات میں جو واضح ناانصافیاں کی ہیں، جو دور دراز کی بے جا تاویلات کی ہیں اور ''یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ'' کا جو مظاہرہ کیا ہے، کیا وہ انصاف کے زمرے میں آتا ہے؟

۱۴:..... آنجناب نے اس مضمون میں مسجدِ اقصیٰ کی تولیت پر تو ''پرزور بحثیں'' کی ہیں، لیکن ''اسرائیل'' کے ناجائز وجود اور ایک قوم کو زبردستی جلاوطن کر کے ان کی سرزمین پر بلا جواز قبضہ پر کسی قسم کے تبصرے سے ''گریز'' کیا ہے۔ حالانکہ ان دونوں مسئلوں میں کافی مضبوط ربط و اور گہرا تعلق ہے۔

آخری گزارش، کرنے کا اصل کام

علمی وفکری مسائل پر تحقیق کرنا اور کسی مسئلے کے تمام جوانب و پہلوؤں پر بحث کرنا یقیناً ایک مستحسن امر ہے، لیکن کسی بھی علمی وفکری مسئلے پر بحث سے پہلے اپنے گرد و پیش کے ماحول اور خارجی احوال کو پیشِ نظر رکھنا بہت ضروری ہوتا ہے اور یہ بھی دیکھنا بہت ضروری ہے کہ اس ''تحقیق'' کے اظہار میں نفع ونقصان کا تناسب کیا ہے؟ خصوصاً امتِ مسلمہ آج داخلی اعتبار سے تقسیم در تقسیم کا شکار ہے۔ اس پر مستزاد مغربی دنیا نے عسکری، سیاسی اور فکری و ثقافتی طور پر پوری امت پر یلغار کر رکھی ہے۔ ان حالات میں کیا یہ مناسب ہے کہ امتِ مسلمہ کے متفقہ مسائل کو ''تحقیق'' کے نام پر ازسرنو چھیڑا جائے؟ اسلاف کے فہم دین اور ان پر قائم اعتماد کی اس مبارک فصیل میں دراڑیں ڈالی جائیں اور امت کے اصل مسائل سے توجہ ہٹا کر مفکرین کو ایک لایعنی بحث میں الجھایا جائے؟ پہلے سے فرقوں، جماعتوں اور گروہوں میں بٹی امت کو مزید تقسیم کرنے کا ''سنہرا کارنامہ'' سرانجام دیا جائے۔

اس دور میں یہ ''کمال'' کی بات نہیں ہے کہ ''محقق'' بن کر جمہور امت سے ہر مسئلے میں اختلاف کو اپنا وطیرہ بنالیا جائے، کیونکہ اب ان ''شواذ'' آراء کے بارے میں پچھلی دو صدیوں میں کثرت سے ''مواد'' متجددین اور مستشرقین تیار کر چکے ہیں۔ تو اسی مواد کی جگالی کرنا اسلام کی کونسی خدمت ہے؟ اور اسی مواد کو دوبارہ نئے انداز میں پیش کرنا کونسی ''تحقیق'' ہے؟ جناب عمار صاحب سے مقتدر علمی حلقوں

کو یہی گلہ ہے کہ آنجناب کی ہر تحریر منفی وتنقیدی مواد پر مشتمل ہوتی ہے اور تعمیری پہلو کی بجائے اس میں تخریب کا عنصر نمایاں ہوتا ہے۔ اس لیے آنجناب سے گزارش ہے کہ اپنی صلاحیتوں کو ان لایعنی اور لاحاصل بحثوں پر صرف کرنے کی بجائے عصر حاضر میں امتِ مسلمہ کے حقیقی مسائل کو حل کرنے پر صرف کریں۔ امتِ مسلمہ مغرب کا مقابلہ کیسے کرے، مغرب کی فکری یلغار کو کیسے روکے، امتِ مسلمہ کے ایک بڑے طبقے کا ایمان شریعت کی ابدیت وکاملیت سے تقریباً اٹھ چکا ہے اور یہ طبقہ مکمل طور پر لبرل بن چکا ہے، اس طبقے کو دوبارہ ''اسلام'' کے قریب کیسے لایا جائے، دنیاوی تعلیم کے اعتبار سے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں جو مستر دشدہ اور مغرب سے مرعوب کرنے والا نصاب پڑھایا جارہا ہے، اس کی اصلاح کیسے کی جائے۔ خود علماء اور دینی طبقات اس بات کی ضرورت محسوس کرتے ہیں کہ وہ عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق جدید نصاب کا خاکہ تیار کریں۔ اس میں صاحبِ صلاحیت افراد کی ضرورت ہے کہ وہ اس میں آگے بڑھ کر اپنا کردار ادا کریں۔ امتِ مسلمہ کو دوبارہ عروج دلانے کی ان ''مثبت کوششوں'' میں اپنا حصہ ڈالنا چاہئے۔ کاش! آنجناب کے قلم سے ان مثبت وتعمیری موضوعات پر بھی ''تحقیق'' نکلے۔

آخر میں آنجناب سے گزارش ہے کہ اس پورے مضمون میں کوئی واقعی کمزوری آنجناب کو نظر آئے تو ہمیں اس پر مطلع فرمائیں، ہم آنجناب کے ممنون ہوں گے اور اسے کھلے دل سے تسلیم بھی کریں گے۔ ساتھ یہ بھی عرض ہے کہ اگر ہمارا تبصرہ آنجناب کے دل کو لگے، تو اپنی اجتہادی خطا کو تسلیم کریں، کیونکہ غلطی واضح ہوجانے کے بعد اس پر ڈٹے رہنا اہل علم کے شایانِ شان نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے دین کی صحیح خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

حواشی وحوالہ جات

۱.....البدایہ والنہایہ، ۹/۶۵۵۔ ۲.....المدخل إلی دراسۃ المسجد الاقصیٰ، ص: ۱۴۰۔
۳.....ملاحظہ ہو، آنجناب کا مضمون: مسجد اقصیٰ، یہود اور امتِ مسلمہ، تنقیدی آراء کا جائزہ، ص: ۱۔ ۴.....براہین، ص: ۲۳۳۔
۵.....ان تمام نکات کے لیے ملاحظہ ہو:
۱۔ نقض المزاعم الیہودیۃ فی الہیکل السلیمانی از ڈاکٹر صالح راقب۔
۲۔ المسجد الاقصیٰ والہیکل الثالث، تاریخ، عمارہ، ادعاءات از مصطفیٰ احمد۔
۳۔ الہیکل المزعوم بین الوہم والحقیقۃ از ڈاکٹر عبد القاسم فرا۔
۴۔ http://www.almoslim.net/node/109235
۵۔ http://www.ahlalhdeeth.com/vb/showthread.php?t=53612
۶۔ http://www.ahewar.org/debat/show.art.asp?aid=105719
۷۔ http://www.almoslim.net/node/10923
۸۔ ہیکل السلیمان وعبادۃ الشیطان۔
۶.....صحیح مسلم، باب الاسراء، رقم الحدیث: ۱۶۲۔ ۷.....الانس الجلیل، ۲/۲۶۔ ۸.....ایضاً، ۲/۲۸۔
۹.....بیت المقدس اور اس کے مضافات، ص: ۶۱۔ ۱۰.....حائط البراق ام الحائط المبکی از ڈاکٹر غنیم حسن۔
۱۱.....حائط براق کے بارے میں ملاحظہ ہو: ۱۔ ڈاکٹر غنیم حسن کا مذکورہ تحقیقی مقالہ۔ ۲۔ حائط البراق وکی پیڈیا۔
۳۔ http://forum.sh3bwah.maktoob.com/t448675.html
۴۔ http://forum.sh3bwah.maktoob.com/t448675.html